بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

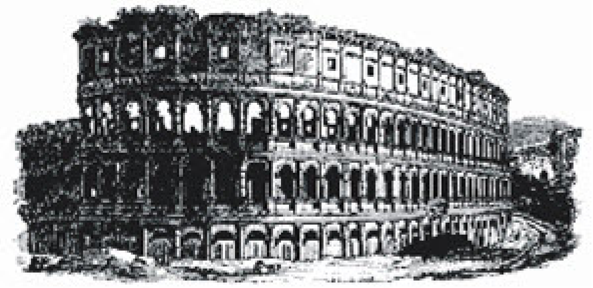

The Colosseum
70–80 AD

سیدنا مسیح کی آمد اور سلطنتِ روم

علامہ برکت اللہ صاحب ایم۔اے

The Birth of Jesus Christ & the Roman Empire

1st Time Published in December 20th 1961
Dec 22th 2006
www.noor-ul-huda.com

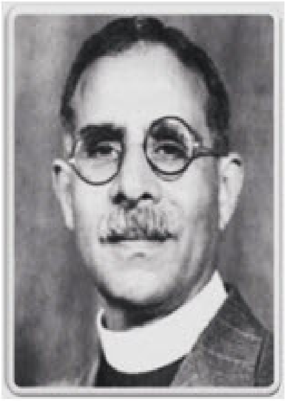

Rev.Allama Barakat Ullah
1891 – 1971

منجی کونین کی پیدائش کے وقت قیاصرہ روم اہلِ یہود پر حکمران تھے۔ سلطنتِ روم نہایت وسیع اور عظیم الشان سلطنت تھی۔ اور اس کا رعب اور دبدبہ کل مہذب ممالک پر چھایا ہوا تھا۔ قیصر روم آگستس کے زمانہ میں سیدنا مسیح ام المومنین مریم صدیقہ باکرہ سے پیدا ہوئے۔ اپنی زندگی جنابِ مسیح نے قیاصرہ روم کے ماتحت کاٹی۔ آپ کی موت بھی قیصر روم کے گورنر پلاطوس کے عہدِ حکومت میں ہوئی۔ قیاصرہ روم نے مسیحیوں کو سخت ترین ایذائیں پہنچائیں اور اپنی ساری کوشش اسی میں صرف کردی کہ منجی کونین اور اُن کی اُمت کی بیخ کنی کردیں۔ لیکن سیدنا مسیح کے برخلاف کون جنگ کرسکتا ہے؟ جس کو قیاصرہ روم مفتوح کرنا چاہتے تھے۔ وہی فاتح ثابت ہوا، جو فاتح ہونا چاہتے تھے وہ مفتوح ہوگئے۔

سیدنا مسیح کی آمد نے سلطنت روم کو شکستِ فاش دی۔ منجیٔ جہان کی کامل زندگی اور پاکیزہ اُصولوں کے سامنے سلطنت روم کی ناپاک حالت کیسے پائیدار ثابت ہوسکتی تھی۔ اس مضمون میں ہم ناظرین کے سامنے اس کھوکھلی سلطنت کی محزب اخلاق اور ناپاک حالت کا بیان اختصار سے کریں گے۔ جس سے ناظرین خود ہی اندازہ لگالیں گے کہ سیدنا مسیح اور اُن کے پاک اُصولوں کا فتح پانا ایک لازمی امر تھا۔

سلطنت روم میں تین اُمور بالخصوص ایسے تھے جو رومیوں کے چال چلن اور اخلاق پر نہایت بُرا اثر رکھتے تھے۔ اول غرورِ سلطنت، دوم غلامی اور رسوم خونریزی کی محبت۔

اول: غرورِ سلطنت جیسا مذکور ہوچکا ہے رومی سلطنت تمام مہذب مغربی دنیا پر حاوی تھی قیاصرہ روم کو دیوتا ماننے کی قبیح شکل اختیار کی۔ قیصر روم معمولی انسان کی بجائے معبود قرار دیا گیا اور اُس کے بُت جابجا نصب کئے جاتے تھے تاکہ اُس کی عبادت کی جائے۔ دیگر دیوتاؤں کی طرح اُس بُت کی پرستش کی جاتی تھی جو غلام اس بُت کی پناہ لیتا۔ اُس کی جان بخشی ہوجاتی تھی۔ جو مظلوم اُس کی دہائی دیتا۔ اُس کا انصاف کیا جاتا۔ اگر کوئی انسان بتوں کی پرستش نہ کرتا۔ یا اُن کی کسی طرح سے بے حرمتی کرتا تو سخت سزا کا مستوجب ہوتا تھا۔ ایک ایشیائی شہر بنام کزکس کی آزادی اس بنا پر چھین لی گئی تھی کہ اُس کے باشندے قیصر آگستس کے بُت کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی مرد یا عورت قیصر کے بُت کے سامنے اپنے کپڑے اُتارتا یا اپنی برہنگی ظاہر کرتا تو اُس کو سزائے موت ملتی تھی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مخمور ہوکر اتفاقیہ کسی برتن کو اپنی انگشتری کے ساتھ چھوا۔ جس پر قیصر کی تصویر تھی اور اُس کو سزا دی گئی۔

سیدنا مسیح کی آمد نے روئے زمین سے بُت پرستی اور شرک کو مٹادیا۔ "سن اے اسرائیل تیرا خدا اکیلا واحد اور برحق خدا ہے"۔ یہ نعرہ کنعان کی زمین سے گذرتا ہوا سلطنت روم کے مرکز اور اُس کے حدود اربعہ تک پہنچ گیا اور روئے زمین پر اس کی صدا کی گونج پہنچ گئی۔

دوم: غلامی کی سی مخرب اخلاق رسم سلطنتِ روم کا جزو اعظم تھی۔ اس قبیح رسم نے آقاؤں کو تند خوئی اور ظلم کا عادی بنا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ غلام ہی ہاتھ کی محنت اور دستکاری کے کام کرتے تھے۔ اور غلام بنظر حقارت دیکھے جاتے تھے لہذا کل دستکاریاں اور ہاتھ کی محنت صرف غلاموں کے قابل ہی خیال کی جاتی تھی اور کوئی دوسرا اُن کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ اور ان کا کام اور پیشہ سوائے ان امیروں اور نوابوں کی خوشامد کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔ چونکہ ایسے شخصوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ جو شخص ہر دلعزیز ہونا چاہتا تھا۔ وہ غلہ مفت تقسیم کرتا تھا۔ اور غلہ کی قیمت، صاحب جائداد کی خوشامد، امراء کا مصاحب ہونا یہی طریقے غربا کے پیٹ پالنے کے تھے۔ اور یہی اُن کا پیشہ تھا۔ کام کرنا غلام کا کام تھا۔ پس اس سے اُن کو عار تھی۔ مفت خوری اُن کی عادت تھی۔

سیدنا مسیح نے ایک غریب معمولی غری بڑھئی کے گھر جنم لے کر دستکاریوں کی عزت افزائی کی غریب مچھوؤں کو حواری بنا کر محنت مزدوری کی قدر بڑھایا۔ اپنے حقانی اُصولوں کے ذریعہ خوشامد پرستی کا قلع قمع کردیا۔ اپنی تعلیم سے خدا کو سب انسانوں کا باپ سکھا کر امیر و غریب کا امتیاز مٹادیا۔ اُخوت کے اصول کو قائم کرکے آقا اور غلام کا فرق مٹادیا اور غلامی کی قبیح رسم کو بیخ بُن سے اکھاڑ دیا۔ پولوس رسول نے انیسیس غلام کو "اپنے کلیجہ کا ٹکڑا" فرمایا۔ اور فلیمون کو تحریر کیا کہ وہ "اب سے غلام کی طرح نہیں۔ بلکہ غلام سے بہتر بن کر یعنی ایسے بھائی کی طرح رہے جو جسم میں بھی اور سیدنا مسیح میں بھی میرا نہایت عزیز ہو اور تیرا اس سے بھی کہیں زیادہ ہوگا مسیحی کلیسیا میں غلام اُسقف کے عہدے پر ممتاز ہوئے۔ اور ایک پوپ صاحب غلام کے بھائی تھے۔ ان غلام بشپوں کے سامنے آزاد مسیحی اپنے گھٹنے ٹیکنا فخر جانتے تھے۔

سوئم: خونریزی کی محبت سلطنتِ روم کے افراء میں طبیعت ثانی ہوگئی تھی۔ خون گرتا دیکھ کر انسانوں اور حیوانوں کو درد میں تڑپتا دیکھ کر یہ قسی القلب خوش ہوتے اس خوشی کو پورا کرنے کے لئے باقاعدہ پختہ تماشہ گاہ بنے ہوئے تھے جن میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق آکر بیٹھتے اور خونریزی کا تماشہ دیکھتے۔ امراء جو ہر دلعزیز ہونا چاہتے تھے اور قیاصرہ جو اپنی سلطنت کو خوش رکھنا چاہتے تھے اور صوبوں کے گورنر تمام خونریزی کے تماشے دکھاتے تھے۔ ان تماشیوں میں نہتے انسان حیوان سے لڑائی سلاح شور ایک دوسرے جنگ کرتے اور خون کی نہریں جاری ہوجاتیں۔ ان تماشوں کو جن کو سننے سے روح لرز جاتی ہے۔ سلطنتِ روم کے افراد نہایت خوش ہوتے اور یہ تمام عموماً کئی دن جای رہتے۔ نہ صرف امراء اور عمائد سلطنت

اور دیگر افراد بلکہ "مندر کی پاکیزہ عورات" بھی ان تماشوں سے نہایت محظوظ خاطر ہوتیں اور ان کیلئے تماشہ دیکھنے کے واسطے قیصر کے قریب خاص جگہ ہوتی تھی۔ان ہوشربا اور روحِ فرساد واقعات سے زن و مرد خوش ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ نابالغ بچے بھی کھیل کُود میں ان تماشوں کی نقل کرتے اور فلاسفر اپنی تعلیم کیلئے ان تماشوں سے تشبیہات اخذ کرتے۔ جہاں جہاں سلطنت روم نے اپنا سکہ جما دیا وہاں یہ تماش گاہ قائم کر دیئے تھے۔اور خونریزی کی محبت اور اس کا حظ لوگوں میں عادت ثانی بن گیا۔

سیدنا مسیح نے حیوانی اور انسانی زندگی کی قدر اپنے تجسم لینے سے بڑھائی۔ پیشیتیوں کے حکم کو کہ "خون مت کر" یہاں تک وسعت دی کہ ناجائز اور بے وجہ غصہ کو بھی غیر مشروع ٹھہرایا۔ قتل خون میں خط اور لذت تو درکنار اس کے خیال تک کو بھی گناہ اپنی پاک زندگی سے انسانی اعمال ظاہر کر کے مخالف و موالف دونوں پر جتا دیا کہ انسان کا مطمع نظر شیطانی افعال اور خیال کو ترک کر کے رحمان کے نزدیک زندگی بسر کرنا ہے۔

سلطنتِ روم پر سرسری نظر مارنے سے ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگرچہ وہ ظاہر میں سرسری دکھائی دیتی تھی۔ لیکن باطن میں کھوکھلی تھی۔ تقریباً تمام ذرائع جن سے انسان عزت اور محنت کر کے روٹی کما سکتا تھا۔ بند تھے۔ نیکی کے تمام راہ مسدود ہو چکے تھے اور بُرائی رستے دن بدن نئے کھلے جاتے تھے۔ اُمراء میں کارنمایاں دکھانے یا اپنے آپ کو طریقوں سے سرفراز کرنے کی خواہش ہی نہیں رہی تھی۔ان کا مقصد زندگی۔۔۔۔۔۔ تھا کہ مصائب ان کے ارا گرد جمع رہیں اور ان کی خوشامد کرتے رہیں۔ان کی نفسانی خواہشات کو بہم پہچانوں اور ان کو شیطانی راہوں میں قدم مارنا سکھائیں۔غربا محنت مزدوری کرنا عار سمجھتے تھے خوشامد کرنا ان کی روزی کا وسیلہ تھا۔ان کی خوشی اس میں تھی کہ دوسروں کو خون میں لط دیکھیں۔اُن کی پُر درد موت کا نظارہ کر کے اپنا جی بہلائیں اور لوگوں کو درد دکھ اور تکلیف میں تڑپتا دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔

سیر ٹونیس جو ایک رومی مورخ ہے کہتا ہے کہ قیصر کا دربار شیطانی دربار ہو گیا تھا۔ جاسوسوں کا جال ہر جگہ پھیلا ہوا تھا۔ عیش و عشرت کا ہر جگہ دور دورہ تھا۔غلہ کی مفت تقسیم نے اخلاق پر بد اثر ڈال رکھا تھا۔ سلاح مشوروں کے سلسلے اور خونریزی کی محبت نے لوگوں کو حتی القلب بنا رکھا تھا۔ سلطنت کے وجود ہی نے اخلاق کی بہتری کو ناممکنات بنا رکھا تھا۔

اور ہم پر یہ بھی عیاں ہو جاتا ہے کہ ہم نے اس مذہب مدید کے بعد کتنی ترقی کر لی ہے اور مسیحیت کے انسانی سرشت کو از سر نو پیدا کرنے کی طاقت کا اندازہ بھی لگ سکتا ہے۔ کیونکہ خونریزی کی محبت کو مسیحیت نے ہی جڑ سے اکھاڑ دیا۔ فلاسفر اس خونریزی پر دستِ تاسف ہی ملتے ہے۔ نرم مزاج والے اشخاص بھی اس سے کوسوں دور بھاگ گئے لیکن عوام کے دل سے اس کی محبت کو صرف مسیحیت ہی نے نکالا۔